

بعض اصحاب نے کہا ہے کہ غالب کا یہ شعر جامی کے اس شعر سے
ماخوذ ہے۔

چرخ را جامِ نگوں داں کز مے عشرت تہیت
بادہ از جامِ نگوں جُستن نشانِ ابلہیت

آسمان ایک اوندھا پیالہ ہے۔ یہ عشرت کی شراب سے خالی ہے۔ جو
پیالہ اوندھا ہو، اس سے شراب ڈھونڈنا حماقت کا نشان ہے۔

بلاشبہ دونوں شعروں کی ظاہری وضع سے مضمون ملتا جلتا معلوم ہوتا
ہے، لیکن اسے پیش کرنے کا جو انداز غالب نے اختیار کیا، وہ جامی کے
ہاں ناپید ہے۔ جامی نے صرف یہ کہا کہ آسمان خود الٹا پیالہ لیے بیٹھا ہے۔
الٹے پیالے سے شراب کیونکر حاصل کی جاسکتی ہے؟ غالب نے یہ مضمون
واعظانہ نہیں، حقیقی شاعرانہ رنگ میں پیش کیا اور کہا، آسمان کے ساقی سے
مے عشرت نہیں مل سکتی۔ کیونکہ وہ تو خود اک دو چار پیالے الٹائے بیٹھا ہے
بیخود مومانی کہتے ہیں کہ غالب کو اپنی بے سرو سامانی پر کڑھتے کڑھتے
یہ خیال گزرا کہ آسمان کے ساقی سے سوال کرنا چاہیے۔ شاید وہ ہمارے جام
میں بھی کچھ ڈال سکے۔ پھر یکایک خیال آیا کہ وہ تو خود جام الٹائے بیٹھا ہے
گویا اس کے اپنے پاس ہی کچھ نہیں، وہ دوسرے کو کیا دے سکے گا؟

بقول بیخود: ”دونوں شعروں میں واقعہ اور بیان واقعہ کا فرق ہے
ایک پیکر بے جان ہے اور ایک پیکر ذی روح“

۷۔ شرح: اے غالب! میرے دل میں وصل کا شوق بھی ہے
اور جدائی کی شکایتیں بھی۔ خدا وہ دن لائے کہ میں اپنے محبوب سے دونوں
چیزیں کہ سکوں۔ یعنی وصل کا شوق بھی عرض کروں اور ہجر کی جنتی شکایتیں
ہیں، ان کا بخار بھی نکال لوں۔